ان ۱۳۲ والے بقامت کہتر "عجالۂ ناقصہ" میں کہیں نشان تک نہیں ملتا! نقاد کو کہنا ہی پڑتا ہے:

طلب منصب فانی نکند صاحب عقل　　عاقل آنست کہ اندیشہ کند پایاں را

بات یہ ہے کہ ع پایہ پیش آمد پس دیوار، دیوار کھڑی کرنے سے پہلے پایہ یا بنیاد قایم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، مصنف رجز خواں کے ہاں زور الفاظ کے سوا نہ فلسفہ کی قابلیت نظر آتی ہے نہ عمرانیات کی، نہ بلند پایہ شاعرانہ تخیل ملتا ہے، نہ سیرت ساز ادبیت! کتابچہ میں نہ اقبال کے فلسفیانہ افکار کی تحلیل ہے نہ شاعرانہ خیالات کی توضیح یا تنقید! بتلایئے اقبال کے فلسفہ کے مخصوص و منفرد افکار نظریۂ خودی، رمز بے خودی، نظریۂ عشق و عقل، جبر و قدر، نظریۂ آرزو یا تمنا کے سوا اور کیا ہیں؟ شاعرانہ تخیل میں اقبال کی انفرادیت بس یہی تو ہے نہ کہ وہ ایک نصب العینی (IDEAL) شاعر ہیں، ہماری صدیوں کی بے مقصد شاعری کو وہ ملّی نصب العین سے باندھتے ہیں، وہ اس صدی کا ایک عظیم الشان مصلح ادبیات اسلامی ہے! وہ ہم سے چھین لیا گیا اور اس کے اٹھ جانے سے ہماری دنیا تاریک ہو گئی ہماری بزم برہم ہو گئی۔

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد　　من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم!

مصنف کے ہم عصر علماء نے اقبال کے ان منفردات کی وضاحت کی ہے، ہمارے رجز خواں نے ان سب کی تحقیقات کو "مجموعہ اباطیل و خرافات" قرار دیا ہے اور خود ان پر ایک سطر بھی نہیں لکھی! وہ ان سب پر حملہ کرتا ہے نہیں جانتا کہ وہ خود اپنے ہی پر حملہ کر رہا ہے!

حملہ بر خود کنی اے سادہ مرد!　　ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد!

زیر نظر کتابچہ پر سب سے زیادہ اہم تنقید بس یہی ہے، لیکن کہیں کہیں اس نے مذہب و فلسفہ پر اپنے خیال کا اظہار کیا ہے اور جہاں کہیں اس نے کوئی ایجابی بات کہی ہے اس کو پڑھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے،

نہ متعت ز دنیا نہ ز دیں نصیب نظیر　　بہ فنون بے کمالی چہ قدر کمال داری

ہمارے اس بیان کی تائید میں اس "عجالۂ ناقصہ" کے ان مقامات کی نشاندہی ہمارے لئے ضروری ہے:

ہم اہلِ حق سے انصاف کے خواہاں ہیں، یہ معاملہ دین و مذہب کا ہے، اس کے ماخذ کا ہے، اس سے معاشرہ کے تعلق کا ہے!

(۱) حقیقت وحی کے متعلق ہمارے مصنف کا الحاد: فرماتے ہیں کہ "اقبال نے حسب معمول (؟!!) اپنے پرتمکین اور باوقار لہجہ میں کہا:

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں — راہبر ہو ظن و تخمین تو زبوں کارِ حیات

فکر بے نور ترا اور عمل بے بنیاد — سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات

خوب و ناخوب عمل کی ہو گرہ وا کیونکر — گر حیات آپ نہ ہو شارحِ اسرارِ حیات

"حقیقت وحی کے اس ملہمانہ خیال کو... سن کر ایک عجیب وجد اور سرشاری کی کیفیت تھی جو صرف محسوس ہی کی جا سکتی ہے الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی... یہ واقعہ ہے کہ حقیقت وحی کو جس ساحرانہ یاسیت ملہمانہ اختصار کے ساتھ اقبال نے اس قطعہ میں سمو دیا ہے وہ آپ اپنی مثال ہے! الٰہیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے دیانت داری کے ساتھ اپنے اس تاثر کے اظہار میں مجھ کو کوئی تامل نہیں ہے کہ آج تک اسلامی فکر کی پیداوار عقاید و کلام کی بڑی سے بڑی سنجیدہ بحث میں بھی حقیقتِ وحی کے متعلق اتنی دوررس اور اتنی دل نشین فکر نہیں دیکھنے میں آئی...... اس نادر تخیل نے وحی کے متعلق اجنبیت اور غیریت کے ہر گونہ احساس کو یک لخت دور کر کے یہ محسوس کرا دیا کہ وحی باہر سے مجبور پر مسلط کیا ہوا کوئی اجنبی حکم نہیں بلکہ یہ تو خود انسانی ضمیر کی گہرائیوں سے ابلا ہوا چشمہ ہے..... اس طرح شریعت جس کا سرچشمہ وحی ہے انسان پر تھپا ہوا کوئی اجنبی حکم نہیں بلکہ اعماقِ حیات سے نکلے ہوئے احکام کا مجموعہ ہے" صـ ۲۴ صـ ۲۶

ع گر حیات آپ نہ ہو شارحِ حیات والے مصرعہ میں ہمارے لفاظ مصنف کے خیال کی رو سے علامہ اقبال نے حقیقتِ وحی کو ملہمانہ انداز میں ادا کر دیا ہے! اور وحی کی حقیقت کیا ہے؟ وحی حدیثِ نفس ہے! خدائے کائنات کی طرف سے روح القدس کے ذریعہ خارج سے، انفس و آفاق سے ماوراء قلوبِ انبیاء پر نازل کی ہوئی کوئی چیز نہیں، بلکہ حدیثِ نفس کی طرح اپنے ہی اندر سے نکلی ہوئی کوئی چیز ہے! "اعماقِ حیات" سے "ضمیر کی گہرائیوں سے ابلا ہوا چشمہ ہے"!!

## قرآن مجید میں وحی کے مختلف مراتب کے متعلق کیا کہا گیا ہے؟

(۱) وحی بلا واسطہ مکالمۂ الٰہی ہے:

| | |
|---|---|
| ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ | پس خدا آپ سے قریب ہوا اور نزول اجلال فرمایا |
| اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى | اور دو کمان بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوگیا |
| (سورۂ نجم) | اور اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی جو کچھ بھی بھیجی یعنی کلام کیا |

(۲) وحی تکلیم الٰہی من وراء الحجاب ہے:

| | |
|---|---|
| وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا | اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا |
| وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ | اور جب موسیٰ علیہ السلام وقت معین پر پہنچے اور |
| قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ..... | رب العالمین نے ان سے کلام کیا تو موسیٰ نے کہا |
| يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ | کہ اے رب تو مجھے دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں .... |
| بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ | اے موسیٰ میں نے تجھ کو اپنے پیغام اور کلام سے برگزیدہ بنایا |

(۳) وحی: ارسال ملک، کما قال تعالیٰ:

| | |
|---|---|
| اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا | یا بھیجتے ہیں حق تو کوئی فرشتہ پس وہ نازل کرتا ہے |
| يَشَآءُ | ان کے حکم سے جو وہ چاہتے ہیں! |

ابتداء نبوت میں جبرئیل امین اصلی شکل میں وحی الٰہی لے کر نمودار ہوئے، باقی اکثر اوقات حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں تشریف لاتے تھے جیسا کہ سنن نسائی میں باسناد صحیح عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔

(۴) وحی: صلصلۃ الجرس۔ گھنٹے کی طرح گونج اور آواز کا سنائی دینا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے:

| | |
|---|---|
| ان الحارث بن هشام سال رسول | حارث بن ہشام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم |
| اللہ صلعم فقال یارسول اللہ کیف | سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس |

يأتيك الوحي؟ فقال رسول الله صلعم أحيانا يأتيني مثل صلصلة الجرس وهو أشده علي فيفصم عني وقد وعيت عنه ما قال، وأحيانا يتمثل لي الملك رجلا فيكلمني فأعي ما يقول، قالت عائشة رض ولقد رأيته في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وإن جبينه ليتفصد عرقا

کیسے وحی آتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی تو گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ قسم میرے اوپر سخت ہے پھر وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے حالانکہ میں اس کو بہت محفوظ کر چکا ہوتا ہوں جو کچھ کہ فرشتہ نے کہا ہے اور کبھی کبھی فرشتہ مرد کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس کو میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت کو سخت سردی کے دن میں دیکھا ہے کہ وحی آپ سے منقطع ہوتی تھی اور پسینہ آپ کی پیشانی سے ٹپکتا تھا

پھر قرآن کریم کی یہ اور اس قبیل کی دوسری آیتیں:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ

إِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

ثابت کرتی ہے کہ وحی خالق کائنات کی طرف سے قلوبِ انبیاء پر نازل کردہ شئے ہے نہ کہ جبرئیلی انداز کی حدیث نفس، نہ کوئی پر قوت اخلاقی جذبہ کی مجوبی!! اب میں مصنف "کہانی" سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ اپنے تخیل کی من مانی شرح اقبال سے دست بردار ہوتے ہیں یا ان آیات و احادیث پر مبنی کل دین سے دست بردار ہوتے ہیں؟ مصنف جامعہ عثمانیہ میں شعبہ دینیات کی صدارت کی کرسی پر فائز ہیں وہ کرسی جس پر کسی زمانہ میں علامہ عبدالقدیر صدیقی مدظلہ اور علامہ مناظر احسن گیلانی مدظلہ جیسے اکابر فائز تھے! ع

شرمے شرمے کہ رفت ایماں شرمے

(۲) شریعت و معاشرت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں !

ہمارے فاضل مصنف فرماتے ہیں :

"اوضاعِ معاشرت کو اوضاعِ شریعت کے ساتھ خلط ملط کر دینے کا میلان بھی درحقیقت فکری جمود اور انحطاط کی پیداوار ہے۔" ص ۶۸

اس فیصلہ کا نفاذ ڈرامائی انداز میں ہوا ہے، اس کے لئے اسٹیج اچھی طرح سٹ کیا گیا ہے، اچھے اچھے ایکٹر پردہ پر پیش کئے گئے ہیں، خوب رجز خوانی ہوئی ہے اور پھر فیصلہ سنایا گیا ہے!!

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا معاشرت کی بنا شریعت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟ اگر ہے تو براہ کرم اس کو واضح کیا جائے اور ساتھ ہی "معاشرت" اور "شریعت" کی وضاحت کے ساتھ تعریف کردی جائے اور دونوں کے حدود متعین کر دیئے جائیں!

اگر شریعت و معاشرت کے باہمی ربط و تعلق اور ان کی اپنی اپنی حدود کو سمجھنے سے پہلے یہ ملفوظات قلم بند کر دئیے گئے تھے تو اس کا بھی اعلان کر دیا جائے، ہم یقین دلاتے ہیں کہ جزئی اردو کی حیثیت سے کتابچہ کی قیمت میں کوئی فرق نہ آئے گا!

فمن یکن الغراب له دلیلا — یمر به علی جیف الکلاب!

(۳) مولویت کی تضحیک و تذلیل !

ہمارے رجز خواں مصنف نے اپنے اس کتابچہ میں مولویت کی جو تضحیک و تذلیل کی ہے اس کا جواب جمعیۃ العلماء کے کسی عالم کا کام ہے ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ہمارے تمدن میں مولویت جس خلا کو پر کرتی ہے اس کا کوئی بدل منصرم صدر شعبہ مذہب و ثقافت جامعہ عثمانیہ نے دریافت کر لیا ہے؟ اگر کر لیا ہے تو اس کو کب پیش فرمایا جائے گا۔ علماء اس کے منتظر ہیں! ع

نفت بر رو دستے تمر بر روئے خود است!

(۴) ہمارے مصنف کی فلسفہ دانی : شیخ محی الدین ابن عربی کی اعیان ثابتہ اور افلاطون کی اعیان (IDEAS) دونوں ایک ہیں! ص ۸۶ - ۹۰

سارے کتابچہ میں سب سے زیادہ مکروہ اور مخبس چیز مصنف کی وہ ذہنیت ہے جو "ملت ابلیسی۔ انا خیر منہ" سے پوری طرح منضبغ ہو کر ہم عصر علماء کو جنہوں نے اپنی تحقیقات سے قوم کو فائدہ پہنچایا ہے مکروہ القاب سے یاد کر کے (مثلاً "مسٹر۔ مولانا" "جامد فکر" "تنگ نظر" "لکیر کے فقیر" "نام نہاد صوفی" وغیرہ) ان پر بعض اقوال، افعال، حرکات کا اتہام رکھ کر، خاص فرضی واقعات کو ان کی طرف منسوب کر کے فاتحانہ شان سے ان فرضی اقوال و واقعات کی تردید کرتی چلی جاتی ہے اور (DON QUIXOTE) کی طرح اپنے ہی پیدا کردہ وہمی بھوتوں کو قتل کرتی جاتی ہے اور اپنے ہیرو ہونے کا اعلان کرتی جاتی ہے اور لذت، شیطانی لذت لیتے جاتی ہے!

اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ

"اقبال تو افلاطون کے نظریہ اعیان ثابتہ کو سلک گوسفندی قرار دیتا ہے الخ (ص ۹۰)

پہلے تو افلاطون کے (IDEAS) کا ترجمہ "اعیان ثابتہ" نہیں ہو سکتا، اقبال نے "اعیان نامشہود" کے الفاظ سے ایک جگہ ان کو ادا کیا ہے

منکرِ ہنگامۂ موجود گشت   خالقِ اعیان نامشہود گشت

دوسرے افلاطون کے (IDEAS) اور وحدت الوجود کے قائلین کے "اعیان ثابتہ" میں زمین آسمان کا فرق ہے اقبال نے اگر (IDEAS) کی تردید کی ہے تو یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ "اعیان ثابتہ" کی تردید کر رہے ہیں۔

افلاطون کے IDEAS

(۱) جوہر ہیں (SUBSTANCE) جو اپنا مستقل بالذات وجود رکھتے ہیں، اپنے وجود میں کسی کے محتاج نہیں خدا کے بھی محتاج نہیں، وہ مطلق و انتہائی حقائق ہیں، تمام چیزیں ان کی محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں۔ وہ خدا کے تصورات نہیں معلومات نہیں،

اس کے برخلاف شیخ اکبرؒ کے ہاں اعیان ثابتہ خدا کے تصورات یا معلومات ہیں، وہ خدا کے ذہن یا علم میں پائے جاتے ہیں اور ان کا اپنا کوئی مستقل بالذات وجود نہیں۔

(۲) افلاطون کے (IDEAS) کلیات میں (UNIVERSALS) ہیں۔ افلاطون کے خیال میں کوئی جزی شے نہیں مثلاً گھوڑے کا IDEAS کوئی جزی گھوڑا نہیں۔ وہ تو تمام گھوڑوں کا کلی نوعی تعقل یا تصور ہے۔ اسی وجہ سے زمانہ جدید میں IDEAS کو کلیات (UNIVERSALS) کہا جاتا ہے اس کے برخلاف شیخ اکبرؒ کے ہاں اعیان ثابتہ کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی کہ عالم شہود یا عالم غیب میں جزی مخلوقات ہیں، چیزیں ہیں، جزئیات ہیں اور وہ ایک دوسرے سے مختلف و متمیز ہیں۔ ان کا ایک نظام ہے۔

ہمارے "الہیات کے اس طالب علم" کی الہیات دانی پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ اتنے فرق کو نہ سمجھ سکا خدا عالم ہے، جاہل نہیں، اس کا علم قدیم ہے، جیسی اس کی ذات قدیم ہے، عالم میں علم اور معلومات کا ہونا ضروری ہے، عالم، علم، معلومات لازم و ملزوم ہیں جیسے قتل اور مقتول اور قاتل جس طرح قاتل بدون قتل ممکن نہیں اسی طرح عالم بدون علم ممکن نہیں اور نہ علم بدون معلوم کے اور نہ معلوم بدون علم کے بلکہ یہ تینوں عقلاً متلازم ہیں، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جو شخص عالم کو علم سے علیحدہ سمجھتا ہے اس کو چاہئے کہ عالم کو معلوم سے اور علم کو عالم سے جدا سمجھے کیونکہ ان نسبتوں میں کوئی فرق نہیں، سب ایک ہی سے ہیں۔

عالم (حق تعالیٰ) کے ان ہی معلومات کو شیخ اکبرؒ "اعیان ثابتہ" قرار دیتے ہیں۔ یہ ان کی اصطلاح ہے اس اصطلاح کے وضع کرنے کا ان کو حق حاصل ہے جس طرح محدثین و فقہا کو اپنی اپنی اصطلاحات وضع کرنے کا حق حاصل ہے اور بموجب "لا مناقشۃ فی الاصطلاح" تمام علوم ایجابی میں اصطلاحات کے بغیر گفتگو کرنی محال ہے

قرآن کریم میں حق تعالیٰ کہتا ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ وہ ہر چیز کو جان کر پیدا کرتا ہے، نہ جان کر جہل سے نہیں اب ہر چیز قبل تخلیق و بعد تخلیق خدا کی معلوم ٹھہری۔ کسی عامی کو بھی اس سے اختلاف نہیں ہو سکتا ورنہ اس کا خدا جاہل ٹھہرتا ہے! کیا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اقبال کا خدا اس کے عقیدے کی رو سے جاہل ہے، علم سے موصوف نہیں، معلومات نہیں رکھتا؟ اگر یہ محال

ہے تو کیا پھر اقبال اعیانِ ثابتہ حق سے انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں وہ "اعیان نامشہود" کا ضرور منکر ہے جو افلاطون کی تخلیق ہیں، جو خدا کے معلومات نہیں مستقل بالذات حقایق ہیں، جو اصل اصول کائنات ہیں! "کہانی" لکھنے والا اس نازک فلسفیانہ نکتہ سے کیسے واقف ہو سکتا ہے۔

وَاِنْ کُنْتَ لَا تَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ وَاِنْ کُنْتَ تَدْرِیْ فَالْمُصِیْبَۃُ اَعْظَمُ!

اقبال کا مقام ہماری ملیات کی تدوینِ جدید میں کہا ہے؟

اس سوال کا تعلق صرف ہمارے رجز خواں مصنف سے نہیں بلکہ پوری نسل سے ہے۔ علامہ اقبال ہماری صدیوں کی بے مقصد ادبیت کو اپنے ملی نصب العین سے باندھنے والے یا باندھنے کی کوشش کرنے والے ایک نصب العینی شاعر ہیں! ہندوستان میں ہماری ادبی با مقصدیت کا دور حالی نذیر احمد، شبلی، اکبر سے گذرتا ہوا اقبال میں آکر اپنے معراجِ کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ اقبال ہماری اس صدی کا سب سے بڑا مصلحِ ادبیاتِ اسلامی ہے! یہ اس کا ٹھیک مقام ہے! یہاں پر یہ سوال مجبوراً اٹھانا ہی پڑتا ہے کہ کیا کسی ملت کی اساس اس کا دین ہوتا ہے اور ادبِ صالح بعد میں خود اس سے پیدا ہوتا ہے اور قصرِ ملت میں محض آرائش و زیبائش کا کام دیتا ہے اور اس طرح اس ملت کی جہاتِ نظر و فکر کو باقی رکھنے کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتا ہے یا برعکس معاملہ یہ ہے کہ کسی ملت کی اساس تو ادبِ صالح کو قرار دیا جائے اور حقایقِ دین کو اس ادب کی تشریح میں محض ضمنیات کی حیثیت سے محض تیزی و شوخی کی خاطر استعمال کیا جائے؟ ان دو میں سے ہم کس موقف کو صحیح قرار دے سکتے ہیں؟

ہم بھی اقبال کے مداحوں میں رہے ہیں، مگر ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اگر ہم نے کہیں اقبال کو ایک مذہبی شخصیت قرار دیا ہو کہ جن کے اشعار ہمارے لئے اساسِ دینی کے متعلق محاکمہ کا کام دے سکیں! اگر ہم سے کبھی ایسا مبالغہ ہوا ہے تو ربّ العزت ہمیں معاف کرے!

الٰہی! استغفرك لكل نعمة انعمت بها علىّ فقويت بها على معصيتك!

بین الاقوامی جمہوریت کا جو طوفان مغرب سے اٹھ کر پورے ایشیا و مشرق کو گھیر رہا ہے پوری ملت اسلامی کو بھی ایک دور رس معاشرتی تجدید کے لئے بہت جلد مجبور کر دے گا۔ اس وقت ہمارے بعض روشن خیال

فکری الجھاوے اور ہماری ناہموار سطح اعتقاد ممکن ہے کہ ہمیں کوئی صحیح راہ عمل اختیار کرنے سے عرصہ دراز تک روک دے، ہمیں اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ اقبال، سعدی و رومی کے مثیل ہیں اور یہ تینوں ہمارے ادب صالح کے اجزا تو ضرور ہیں لیکن ہمارے دین خالص کی اساس مطلق نہیں! اس دوسری حیثیت سے ان کی جس قدر تعبیر کی گئی اور کی جارہی ہے اسی قدر ملت کے اعتقاد و عمل کے لئے الجھاوے پیدا ہوتے اور ہو رہے ہیں! زیر تنقید کتابچہ میں اقبال کو اس دوسری حیثیت ہی میں پیش کیا گیا ہے مگر ع

پشہ کے داند کہ بستان از کیست ؟

کچھ عرصہ سے یہ دھیمی آواز ہمیں کہیں سنائی دیتی ہے کہ چونکہ اقبال کے تخیل نے آج کے ہندوستان کی اس نخوۃ میت (نیشنلزم) کو نہیں سراہا تھا جو ایک غیر قومی اقتدار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ملک کے طول و عرض میں پرورش پارہی تھی اور اس کے مقابل اس نے مسلمانوں کو اتحاد اسلامی کا سبق دیا لہذا ہند سے اس کے اثر کو ختم کر دینا چاہئے! ہندوستان کی تعمیری روح سے میری برادرانہ درخواست ہے کہ وہ اپنے "برہمن نژاد شاہکار" اقبال کو اس نظر سے دیکھے کہ گویا بیسویں صدی کے ہندوستان نے اقبال کے روپ میں اسلام کا وہ قرض ادا کیا ہے جو امیر خسرو اور عبدالرحیم خانخاناں کی شکل میں ملت اسلامیہ نے ہندوستان کو صدیوں پہلے دیا تھا! اس اقبال کو جو اپنے آپ کو "برہمن زادہ رمز آشنائے روم و تبریز" اور "آبا میرے لاتی و مناتی" کہتے نہیں جھجکتا اور پھر بھی ملت اسلامیہ کو توحید باری اور اخوت انسانی کے پیغام کو زندہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، ہندوستان کا اپنے جدید قومی سرمایہ کے ایک قیمتی ہیرے کی حیثیت سے تسلیم کرنے کی بجائے اس کو اپنے اثاثہ سے خارج کرنا اپنے آپ پر ظلم عظیم کرنا ہے! خدا ہمارے دور اندیش مفکروں کو اس تنگ نظری کا مقابلہ کرنے کی توفیق دے!

اقبال کی شاعرانہ حیثیت کس قدر بلند تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے میری خواہش ہے کہ ڈاکٹر تیج بہادر سپرو کا وہ بیان تلاش کرکے اخباروں کی فائل سے نکالا جائے جو انھوں نے کچھ عرصہ پہلے علامہ اقبال اور شاعر اعظم ٹیگور کا تقابل کرتے ہوئے دیا تھا۔ ہر ادیب کے لئے ضروری ہے کہ اس پر ایک نظر ڈال لے فلسفے کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میری رائے میں ایک فن کار شاعر (ARTIST POET) و ادیب کی حیثیت سے ٹیگور کا درجہ اقبال سے بلند ہے لیکن ایک نصب العینی شاعر کی حیثیت سے اقبال ٹیگور سے بدرجہا بلند ہے ایک زبان و تشبیہ و استعارے کا...

# ادبیات

## غزل

(جناب آلم مظفرنگری)

حسن تو چھایا ہوا کونین کی محفل پہ تھا
یہ نہ لیکن کھل سکا خود عشق کس منزل پہ تھا

بار کشتی لگ گئی تو بار شورش دل پہ تھا
میں ہی کیا ساحل پہ تھا طوفان بھی ساحل پہ تھا

ڈوبنے پر اس حقیقت سے ہوا آگاہ میں
جو تہِ دریا میں جا پہنچا وہی ساحل پہ تھا

شمع کے دل پر سحر تک سوز برساتا رہا
وہ فسانہ جو پرِ پروانۂ محفل پہ تھا

عمر گزری ہے امید و بیم کے گرداب میں
میں کبھی طوفاں کی موجوں میں کبھی ساحل پہ تھا

یہ نہ کہئے تھا جنوں پرور فقط لیلیٰ کا ناز
حسن پیرا قیس بھی ہر پردۂ محمل پہ تھا

عمر بھر کرتا رہا روشن شبِ تاریکِ غم
صرف وہ اک داغ ناکامی جو میرے دل پہ تھا

دیکھتا تھا جب تمہیں کو دیکھتا تھا ہر طرف
اعتبار اتنا مجھے ہر جلوۂ باطل پہ تھا

حاصلِ دردِ شکستہ پائی اچھا تو ملا
ساری دنیا راہ میں تھی اور میں منزل پہ تھا

اب ہوا محسوس رنج حسرتِ آسودگی
دوسرا طوفان تھا وہ شور جو ساحل پہ تھا

دیکھ اے منعم یہی تھا مجھ میں تجھ میں امتیاز
تیرا قبضہ تھا جہاں پر میرا قبضہ دل پہ تھا

قدر مشکل کا نہ اندازہ محبت میں ہوا
دل جو آمادہ مرا آسانیٔ مشکل پہ تھا

ان کے کوچے میں آلم کو آج دیکھا اس طرح
آنکھ سوئے آسماں تھی دستِ حسرت دل پہ تھا

# شئونِ علمیہ

**عمر کی گنتی** پچاس برس کی عمر تک انسان اپنی زندگی کے لمحوں کو کس طرح گزارتا ہے اس کا ایک تخمینہ مغربی طرز کی زندگی کے لئے شائع ہوا ہے۔ اس کے اعداد و شمار دلچسپی سے خالی نہیں۔

ایک شخص ۷ بجے صبح اٹھتا ہے۔ اور ۱۱ بجے شب کو گھر واپس آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس نے بہت مصروف دن گزارا۔ اب اس کی اس نام نہاد مصروفیت کا جائزہ لینا ہے۔

کناڈا کے مشہور ماہر طبعیات ڈاکٹر ہبری میسل نے ڈاڑھی چھوڑ دی ہے وہ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی مونڈنے میں وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حساب لگایا کہ اگر ہر "مونڈ" پر ۶ منٹ صرف ہوں تو روزانہ ۶ منٹ کے حساب سے ۵۰ برس میں ۱۸۰۰ گھنٹے "مونڈن" کی نذر ہو جاتے ہیں۔ یہ مساوی ہوئے کام کے ۲۲۵ دن کے۔ جن میں جوہری طبعیات کی بہت کچھ تحقیق کی جا سکتی ہے۔

یہ تو "صاحب خانہ" کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوا۔ اب "اہل خانہ" کو لیجئے۔ روزانہ جو کام اسے کرنا پڑتا ہے اس میں وہ سال بھر میں ۳۰۰۰ میل کی مسافت طے کرتی ہے۔ تو ۵۰ برس میں مسافت ۱۵۰۰۰۰ میل کی ہو جاتی ہے۔

اب ذرا سگرٹ نوشی کو دیکھئے۔ برطانیہ میں ہر سال ۸۹٬۶۹٬۰۲٬۴۰۰ ۵۴ (۵۴ ارب ۸۹ کروڑ ۶۹ لاکھ دو ہزار چار سو) سگرٹ نوش کئے جاتے ہیں ہر سگریٹ پر اگر ۵ منٹ صرف ہوں اور ہر سگریٹ نوش اوسطاً ۲۰۰۰ سگرٹ سالانہ نوش کرے تو تخمیناً ۱۶۰ گھنٹوں کی مدت ہوئی جس میں سے نصف تو یوں ہی گزر جاتے ہیں۔

پس ہر سال کے ۸۰ گھنٹے نکالے جائیں تو ۵۰ برس میں یہ مدت تقریباً ۱۷۰ دن کی مدت ہو گی ۲۲۵ دن کی میزان پہلے آچکی۔ لہذا اب جملہ ۳۹۴ دن ہو گئے۔